بیگم صغریٰ ہمایوں کے علاقائی سفرنامے: تاریخی شعور کا مطالعہ

Regional Travelogues of Begum Sughra Humayun: A Study in Historical Consciousness

ڈاکٹر روبینہ پروین[i]

Abstract:

Mrs. Humayun Mirza (Begum Sughra Humayun) was a very zealous social activist of the early 20th century. She actively took part in the movement for education and rights of women and played a very important role in spreading awareness among the women of Subcontinent of Hindu-Pak. Begum Sughra had many trips to overseas, central India and wrote many travelogues. Through these travelogues, she wanted to spread information about civilization, culture, traditions and historical perspectives of other regions and countries. After reading her travelogues, we can deduce that she had a keen interest in history. In this Research Article, the historical knowledge of Begum Sughra Humayun was examined in the travelogues of central India.

Keywords: *Travelogue, Feminist Education, Begum Sughra Humayun Mirza, Bhopal, Agra, History, Qutub Minar, Shrine.*

مسز ہمایوں مرزا 20ویں صدی کے اوائل کی ایک بہت پرجوش سماجی کارکن تھیں۔ انہوں نے خواتین کی تعلیم اور حقوق کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور برصغیر پاک و ہند کی خواتین میں بیداری پھیلانے میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ بیگم صغریٰ نے وسطی ہندوستان کے کئی دورے کیے اور بہت سے سفرنامے لکھے۔ ان سفرناموں کے ذریعے وہ دوسرے خطوں اور ممالک کی تہذیب، ثقافت، روایات اور تاریخی تناظر کے بارے میں معلومات پھیلانا چاہتی تھیں۔ ان کے سفرناموں کو پڑھنے کے بعد ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ انہیں تاریخ میں گہری دلچسپی تھی۔ اس مقالے میں وسطی ہندوستان کے سفرناموں میں بیگم صغریٰ ہمایوں کے تاریخی شعور کا جائزہ لیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: سفرنامہ ، تعلیم نسواں ، بیگم صغریٰ ہمایوں مرزا ، بھوپال ، آگرہ ، تاریخ ، قطب مینار ، مزار۔

اردو زبان کا لفظ "تاریخ" جس کو انگریزی زبان میں ہسٹری (History) کہتے ہیں۔ یہ لفظ دراصل یونانی زبان کے لفظ (Historia) سے مآخذ ہے۔ جس کے معنی تحقیق یا مطالعہ کے ہیں۔ اس طرح فرانسیسی زبان میں یہ لفظ ہسٹر (Histor) کے طور پر استعمال ہوا ہے جس کے معنی ماضی کی کسی چیز یا واقعہ کے بارے میں جاننا اور معلومات رکھنا۔ عام طور پر ہسٹری سے مراد کسی قوم، معاشرہ یا ادارے کے وقائع خاص کا صحت کے ساتھ ترتیب وار تحریری ریکارڈ لیا جاتا ہے۔ فیروز اللغات کے مطابق:

"لفظ تاریخ سے مراد ایک دن، رات۔ مہینے کا ایک دن یا کسی چیز کے ظہور کا وقت یا فن یا

i شعبہ اردو، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

کتاب ہے جس میں مشہور آدمیوں اور بادشاہوں کے وقائع، حالات، پیدائش و وفات یا کسی عہد کے وقائع، روایات، قصے، افسانے اور جنگ نامے درج ہوں۔" (۱)

تاریخ انسانوں کی گذری ہوئی زندگی کے حالات و واقعات اور حادثات پر مشتمل ہوتی ہے اور یہ انسانی تجربوں کی کہانی ہے۔ تاریخ انسانی زندگی کے مستند بیان کو کہتے ہیں۔ ہر گزرتا لمحہ تاریخ کی تسبیح میں پرو یا جارہا ہوتا ہے۔ تاریخ ایک مسلسل اور نہ ختم ہونے والا عمل ہے۔ اس سے قومیں سبق سیکھتی ہیں اور آنے والے وقت کی منصوبہ بندی کرکے خود کو اوج ثریا کی بلندیوں تک لے جاسکتی ہیں۔ تاریخ سے عبرت حاصل کرنے والوں کے لیے بھی بڑی نشانیاں موجود ہیں۔ تاریخ کا پہیہ ہر وقت گھومتا رہتا ہے اور بڑے بڑے شاہ و سکندر کو ملیا میٹ کر دیتی ہے۔

سفر نامہ سفر کی روداد کو کہتے ہیں۔ انسان ازل سے لے کر اب تک سفر کی منزلیں طے کر رہا ہے۔ یہ سفر مختلف ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کے لیے کیا جاتا ہے۔ سفر خواہ کسی بھی غرض سے کیا جائے اگر سفر کرنے والا اپنی واردات ظاہری و باطنی کو قلم بند کرتا ہے تو وہ تحریر سفر نامہ کہلائے گی۔

سفر نامہ نگار جب کسی دوسرے ملک یا خطے کی سیاحت کے لیے جاتا ہے تو وہ اپنے احساسات و تجربات کے ساتھ ساتھ وہاں کی تہذیب و ثقافت، معاشی حالات، جغرافیہ، سماج اور تاریخی واقعات کے بارے میں بھی تحریر کرتا ہے تو آنے والے لوگوں کے لیے یہی سفر نامے تاریخی دستاویزات کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

اندرونِ ہندوستان کے سفرنامے:

نوآبادیاتی ہندوستان میں بیسویں صدی کے اوائل میں مقدس مقامات اور یورپ کے سفر ناموں کے علاوہ اندرونِ ہند کے بھی سفر نامے تحریر کیے گئے ہیں یعنی وہ سفر نامے جو اندرونِ ملک کی سیر وسیاحت پر مشتمل ہیں۔ ان سفر ناموں کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کے ذریعے ہندوستان کی تہذیب و معاشرت، رسم و رواج، مناظرِ فطرت، تاریخی معلومات اور عمارتوں کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہر علاقہ دوسرے علاقے سے مختلف ہوتا ہے اور ایک ملک کے باشندے ہونے کے باوجود ہم دوسرے

علاقوں کے رسم و رواج، لباس، کھانے پینے کی اشیاء اور دیگر چیزوں سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ ایسے میں یہ سفر نامے ہمیں بہت سی معلومات دیتے ہیں۔ اندرونِ ہندوستان کے سفر ناموں میں زیادہ تر شہروں اور عمارات کی تاریخ، بازاروں، چشموں، زراعت، صنعت و حرفت، مزاروں، درسگاہوں کے بارے میں معلومات پائی جاتی ہیں۔ زیرِ مطالعہ اس تحقیق میں سفر ناموں کا تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۔سفرنامہ پونہ و مدراس (۱۹۱۸ء):

بیگم صغریٰ کے سفرِ ہندوستان کے سفر ناموں میں سے ایک اہم سفر نامہ سفرنامہ پونہ و مدراس کا ہے۔ بیگم صغریٰ کے سفر ناموں سے ایک تو ان کی سیاحت سے دل چسپی ظاہر ہوتی ہے اور دوسرا ہندوستانی خواتین میں سیاسی، سماجی اور تعلیمی شعور بیدار کرنا مقصد تھا۔ بیگم صغریٰ ہمایوں ۱۹ اگست ۱۹۱۶ء میں پونہ، وقار آباد، گلبرگہ شریف گئیں اور وہاں کے سماجی، تاریخی و ثقافتی احوال اپنے اس سفر نامے میں قلم بند کیے۔

اس سفر میں ان کے ہمراہ بیرسٹر ہمایوں مرزا (ان کے شوہر)، بیگم صغریٰ کی چھوٹی ہمشیرہ، (رشتے میں بھائی) (مرزا محمد رضا سلمہ) اور چند ملازمین تھے۔ بیگم صغریٰ دورانِ سفر ہی مختلف مقامات کی تفصیل رسالہ ظل السلطان (بھوپال) میں بھیجتی رہیں اور یہ سفر نامہ خطوط کی صورت میں اس رسالے میں شائع ہوتا رہا اور بعد میں ۱۹۱۸ء میں اسے کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ انھوں نے یہ سفر اپنے رشتے داروں کے پرزور اصرار پر کیا اور ان سے ملاقات کی۔ اس لیے ان کا یہ سفر ذاتی نوعیت اور سیاحتی مقاصد کا حامل ہے۔ اس سفر نامے کا دیباچہ مصنفہ کے احساس کا ترجمان ہے۔ اس لیے میں اس کو ہو بہو یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتی ہوں تاکہ قارئین بیگم صغریٰ کے اپنے الفاظ سے اس سفر نامے کو مرتب کرنے کی اہمیت کے بارے میں آگاہ ہوں۔ وہ اس سفر نامے کے دیباچے میں لکھتی ہیں:

> ''پونہ و مدراس وغیرہ کا جب میں نے سفر کیا تو وہاں کے حالات لکھ کر رسالہ ظل السلطان کو جو بھوپال سے شائع ہوتا ہے میں نے بھیجے تھے چناں چہ سلسلہ وار کئی نمبروں میں شائع ہوتے رہے مگر اب میرے دوستوں اور عزیزوں کی باصرار خواتین ہوئی کہ ان حالات کو جو کئی نمبر میں نکلے اور منتشر ہیں ایک جگہ جمع کرکے مثل سفرنامہ عراق عرب کے

چھپوا دوں۔" (۲)

سفر کے حالات بیان کرنے سے پہلے مصنفہ اللہ، محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور پھر بسم اللہ لکھتی ہیں۔ اس کے بعد سفر اختیار کرنے کی وجہ بیان کرنے کے بعد اپنی روانگی کی تاریخ بتاتی ہیں۔ ان کا قافلہ بذریعہ ٹرین روانہ ہوا اور وہ جہاں بھی گئیں وہاں کے تاریخی و سماجی حالات تفصیل سے تحریر کیے ہیں۔ ان کا یہ علاقائی سفر نامہ نوآبادیاتی عہد کے ہندوستان کے معاشرے اور تہذیب و ثقافت کی جیتی جاگتی تصویریں پیش کرتا ہے جس میں تاریخ بھی ہے، موسموں کا احوال بھی، صنعتوں کا عروج بھی، مختلف رسوم کی مرقع کشی، بزرگانِ دین کے واقعات، تہذیبوں کی رنگا رنگی اور علاقائی زبان کے بارے میں بھی معلومات درج ہیں۔

اس سفر نامے میں مختلف شہروں، تفریح گاہوں، مزاروں کا حال بیان کرنے کے علاوہ ہندوستان کے پہاڑوں، دریاؤں اور وادیوں کی عظمت بیان کی گئ ہے تاکہ وہ لوگ جو ہندوستان کے ان شہروں سے ناواقف ہیں ان کے لیے یہ سفر نامہ معلومات فراہم کرنے کا ذریعہ بن سکے۔

اس علاقے کی ایک رسم کو وہ یوں بیان کرتی ہیں کہ جس وقت میں گاڑی سے اتری بعوض تیل ماش وغیرہ دکھانے اور وارنے کے ایرانی دستور کے موافق ایک کشتی میں کلام مجید ایک آئینہ تھوڑے سے پھول رکھ کر میری ایک عزیزی کھڑی ہو گئی اور مجھے کشتی کے نیچے سے گزرنے کے لیے کہا۔ (۳)

مصنفہ نے اس سفر نامے میں بھی پونا اور مدراس کے شہروں کی تاریخ پر زیادہ زور دیا ہے وہ جس جگہ بھی گئیں وہاں کی ایک ایک چیز کو ایسے خوب صورت الفاظ میں بیان کیا ہے کہ قاری خود کو وہاں گھومتا پھرتا محسوس کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان شہروں کو آباد کرنے والے نامور لوگوں کی تاریخی اہمیت واضح کرتی ہیں۔ بیگم صغریٰ کے سفر ناموں کی ایک اہم خصوصیت ان کی تاریخ سے دل چسپی ہے۔ وہ نہ صرف مختلف جگہوں کی سیر کراتی ہیں بلکہ ہر جگہ اور ہر شخص کی تاریخی اہمیت سے بھی لوگوں کو آگاہ کرتی ہیں۔ ان کی یہ صلاحیت قابلِ ستائش ہے۔ مدراس کی تاریخی حیثیت کے بارے میں لکھتی ہیں:

> "مدراس کوئی شہر نہیں ہے ایسٹ انڈیا کمپنی نے مدراس پر ۱۶۶۳ء میں قبضہ کیا اور یہاں ایک تجارتی منڈی قائم کی۔ ایک سال بعد ایک قلعہ مسمّٰی بہ فورٹ سینٹ جارج تعمیر کیا جس میں وقتاً فوقتاً ترمیم و ترقی ہوتی رہی۔ حیدر علی نایک اور ان کے بیٹے ٹیپو سلطان سے

اور کمپنی سے برابر لڑائیاں ہوتی رہیں۔ ایک جنگ میں حیدر علی نے کمپنی مذکور کو شکست فاش دی۔" (۴)

ایک اور شہر کے بارے میں لکھتی ہیں:

"والٹیر ایک جزیرہ نما مقام ہے جس کو انگریزوں نے چالیس بیالیس سال کا عرصہ ہوا کہ آباد کیا۔ اس کے تین جانب خلیج بنگالہ کی چھوٹی بڑی اونچی نیچی بہت سی پہاڑیوں پر انگریزی وضع کے بنگلے اور کوٹھیاں ہیں جن میں عموماً یورپین اشخاص رہتے ہیں۔" (۵)

بیگم صغریٰ جس بھی شہر کی سیاحت کے لیے جاتی تھیں وہاں کی معلومات دینے سے پہلے اس شہر اور علاقے کی تاریخ بتانا ضروری سمجھتی ہیں۔ یہ خوبی ان کے تمام سفر ناموں میں پائی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے روز مرہ کے احوال بڑی تفصیل سے تحریر کرتی ہیں۔ بیگم صغریٰ نظام زندگی میں صنعت و حرفت کی اہمیت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں اس لیے یہ پہلو بھی ان کے سفر ناموں کا بنیادی جز ہے۔ اس سفر نامے میں بھی پونا کی صنعتوں کو اس طرح بیان کرتی ہیں کہ صنعت و حرفت بھی پونا کی قابل تعریف ہے۔ پیتل کے برتن نہایت عمدہ بنتے ہیں ساڑیاں بہت نازک اور باریک ہوتی ہیں۔ چاندی کا کام بہت صفائی سے بنتا ہے۔ مٹی کے کھلونے لکھنؤ وغیرہ کی طرح بنائے جاتے ہیں۔ (۶) ایک اور شہر اسحاق پٹن کی صنعت کے متعلق لکھتی ہیں:

"اسحاق پٹن میں بعض صنعتیں نایاب اور لائق قدر ہوتی ہیں۔ صندل کی لکڑی کے سینگ کے اور ٹورٹویس کے یعنی کچھوے کی پیٹھ کی ہڈی کی صندوقچے و قلمدان، سگرٹ اور سگار کیس، دندان کا نہایت نازک اور باریک جالیوں کا کام قابل دید بناتے ہیں۔" (۷)

اس سفر نامے میں مصنفہ نے جہاں دیگر حالات و واقعات پر روشنی ڈالی ہے وہاں انھوں نے بزرگانِ دین کے کارناموں کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ وہ جس بھی علاقے کی سیاحت کے لیے گئیں تو وہاں کے مزاروں اور مقبروں پر بھی نذر و نیاز دی۔ وہ نہ صرف مزاروں کی منظر کشی کرتی ہیں بلکہ ان برگزیدہ ہستیوں کے حالاتِ زندگی تاریخی حوالوں سے بیان کرتی ہیں۔ بطور مثال یہاں ایک واقعہ تحریر کیا جاتا ہے۔ یہ طویل ضرور ہے مگر دلچسپی سے خالی نہیں ہے:

"یہ مقام متبرک اس لیے ہے کہ بہت سے بزرگانِ دین کے مزار ہیں۔ لائق ذکر حضرت

خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمۃ اور ان کے پوتے حضرت قبول اللہ حسینی ہیں جو بالکل اسم با مسمّٰی تھے۔ مراۃ الاسرار میں ان کا تذکرہ اس طرح مذکور و مرقوم ہے کہ عہد شباب میں یہ بزرگ ایک بی بی پر فریفتہ و عاشق زار تھے۔ جب ان کی کیفیت گھر والوں کو معلوم ہوئی تو یہ صلاح ٹھہری کہ شادی اس نیک بخت سے کر دی جائے۔ چنانچہ بنت مقرر ہوئی اور شادی رچائی گئی۔ بوقت آرسی مصحت و جلوہ جس گھڑی دولہا نے دلہن کو دیکھا تو تھوڑی دیر سکتہ کا عالم رہا اور اس کے بعد دولہا کا طائر روح قفس جسم سے پرواز کر گیا۔"(۸)

اس سفر نامے میں ہندوستان کی مشہور و معروف شخصیتوں کا ذکر بھی موجود ہے۔ جیسا کہ مسز آغا شمس الدین شاہ (ہزہائی نس سر آغا خان کی عم زاد) مسز متھراداس، لیڈی جگ موہن داس، لیڈی آغا خان، مسز مہر علی، مسز نصیر الدین، راجہ پری لال آنر یبل، مسٹر رفیع الدین، مسٹر گھاس والا بیرسٹر، مسٹر محمد علی صاحب، آغا ابوالقاسم، سر سیّد علی امام، مسٹر سیّد حسن امام، مولوی وحید الزماں خان صاحب المخاطب بہ وقار نواز جنگ بہادر (مصنف انوار اللغات) حضرت محمد اسحاق مدنی اور خاص طور پر اردو ادب کے ایک صوفی شاعر حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز علیہ الرحمۃ کا ایک اہم واقعہ ملتا ہے جس سے معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ ان کے سفر ناموں میں ایسی نایاب سماجی و تاریخی اور ثقافتی معلومات ملتی ہیں جو تاریخ کی کتابوں میں بھی موجود نہیں۔ ان کے یہ سفر نامے بہت سے پہلوؤں کی وجہ سے اہمیت رکھتے ہیں۔

۲۔ روزنامچہ بھوپال ، آگرہ و دہلی کے حالات (۱۹۲۰ء):

ابتدائی دور کی اردو سفر نامہ نگار خواتین میں بیگم صغریٰ ہمایوں کا نام بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک طرف تو انھوں نے اپنے یورپ کے سفر ناموں میں مغربی تہذیب و معاشرت کی تصویر کشی کی ہے اور دوسری طرف مقامی سفر ناموں میں برصغیر پاک و ہند کی سماجی صورت حال، بیداریٔ نسواں کے لیے کی گئی جدوجہد اور مختلف علاقوں کی تاریخی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ ایسی ہی معلومات روزنامچہ بھوپال، آگرہ و دہلی کے حالات میں دینے کی کوشش کی ہے۔ یہ سفر نامہ ابتدائی دور کے سفر ناموں میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بیگم صغریٰ نے یہ سفر ایک خاص مقصد کے تحت کیا تھا۔ چوں کہ وہ ایک سماجی تحریک کی رکن تھیں اور انھوں نے یہ سفر ہندوستان کی عورتوں سے رابطے کے لیے ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء میں کیا تھا مگر

یہ سفر نامہ یکم دسمبر ۱۹۲۰ء میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوا۔ اس سفر میں بیگم صغریٰ ہمایوں مرزا ملیریا کے بخار میں مبتلا تھیں مگر انھوں نے یہ سفر بڑی ہمت و عزم کے ساتھ کیا۔

بیگم صغریٰ نے بھوپال، آگرہ اور دہلی کا یہ سفر بیگم بھوپال، نواب سلطان جہاں کی دعوت پر آل انڈیا لیڈیز کانفرنس میں شرکت کے لیے کیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ ان شہروں میں انجمن خواتین دکن کی طرح کی ایک انجمن بھی قائم کرنا چاہتی تھیں۔

اس سفر میں انھوں نے تین شہروں کی سیاحت کی۔ مختصراً جس کا احوال کچھ اس طرح سے ہے۔ سفر بھوپال میں مختلف کانفرنسوں کی روداد، نامور خواتین سے مختلف مسائل پر گفتگو، بیگم بھوپال سے ملاقات، بھوپال کے مختلف سماجی و تاریخی حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ سفر آگرہ میں تاج محل کی تاریخی اہمیت، مغل شہنشاہوں کے حالاتِ زندگی، اکبر کے مقبرہ کی تفصیل اور اس کے شاندار عہد حکومت کو بیان کیا ہے، دہلی کے سفر میں حضرت خواجہ سلیم اللہ چشتی، جہانگیر کی ولادت، قطب مینار کی تعمیر، ہمایوں کا مقبرہ، حضرت نظام الدین اولیاء، حالات جامع مسجد، حالات لال قلعہ، مختلف لوگوں کی تقاریر اور دہلی کے تاریخی حالات کی تفصیل ملتی ہے۔ یہ سفر نامہ تاریخی معلومات کے حوالے سے ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سفر نامے میں حضرت امیر خسرو کی آخری آرام گاہ کے بارے میں یوں تحریر کرتی ہیں:

> "حضرت امیر خسرو کا مزار بھی ایسی جگہ ہے۔ مادہ تاریخ ۱۰۹۲ء حضرت خسرو کی وفات کی یہ ہے۔ طوطی شکر مقال۔ محمد شاہ رنگیلے کی قبر بھی اسی مقام پر ہے۔ ان کی بیوی کی قبر ان کے قریب ہے، اس کے متصل مرزا جہانگیر آخری بادشاہ دہلی کے بھائی کی قبر ہے۔" (۹)

اس سفر نامے میں نہ صرف مختلف کانفرنسوں کی روداد موجود ہے بلکہ بہت سی تاریخی معلومات بھی پائی جاتی ہیں جیسے قلعہ بھوپال کو دیکھتے ہوئے انھوں نے وہاں ایک نادر و نایاب قرآنی نسخہ دیکھا اور اپنی حیرت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

> "یہاں ایک کلام مجید نایاب زمانہ ہے۔ دو گز لانبا اور ڈیڑھ گز عریض ہے سات حصوں پر منقسم ہے۔ حروف بہت بڑے بڑے ایک رحل پر جو تقریباً تین گز طویل ہو گی۔ صرف ایک حصّہ اس پر رکھا ہے جس کو ہم چار آدمیوں نے مل کر کھولا۔ بامعنی اور قلمی ہے اس

کی جلد چاندی کی بہت خوبصورت بنی ہوئی ہے اور الماری میں علیحدہ رکھی ہوئی ہے۔ سنا گیا ہے کہ سرکار عالیہ کے جدااعلیٰ نے اس کلام مجید کو کسی ایرانی سے لیا تھا اور دو لاکھ ہدیۂ دیا۔ سات اونٹوں پر سات جلدیں آئی تھیں۔''(۱۰)

یہ سفر نامہ ایسی بہت سی معلومات فراہم کرتا ہے جو صرف تاریخ کی کتابوں میں ملتی ہیں اور اردو ادب کے قاری کے لیے بڑی مفید ہوتی ہے جیسے ہندوستان میں مختلف حملہ آوروں کے حملے، مغل بادشاہوں کی آمد، ان کے حالاتِ زندگی، ان کے کارنامے، تاریخی عمارات، واقعات اور مقبروں کے بارے میں معلومات وغیرہ۔ اس سفر نامے میں ایک جگہ ممتاز محل اور شاہ جہاں کی قبر کے بارے میں لکھتی ہیں:

''گنبد کے نیچے ممتاز محل کی قبر ہے اس سے ملی ہوئی شاہ جہاں کی قبر ہے دونوں قبریں سنگِ مرمر کی ہیں جن کے چاروں طرف سنگِ مرمر کی باریک جالیاں ہیں َمزار پر دو قرآن خوان رہتے ہیں۔ ممتاز محل کی قبر پر تھوڑے سے موتیا کے پھول پڑے ہوئے تھے جو کسی نے تھوڑی دیر پیشتر چڑھائے ہوں گے لیکن تعجب یہ کہ شاہ جہاں کی قبر پر ایک پھول بھی نہ تھا۔''(۱۱)

صغریٰ ہمایوں نے اس سفر نامہ میں حضرت خواجہ سلیم اللہ چشتی سے اکبر شہنشاہ کی عقیدت و محبت کو بیان کیا ہے جن کی بدولت شہزادہ جہانگیر کی ولادت ہوئی اور جہانگیر کا نام خواجہ سلیم اللہ سے عقیدت کی بنا پر مرزا سلیم رکھا۔ اس کے علاوہ قطب مینار کے بارے میں لکھتی ہیں کہ یہ قطب الدین ایبک نے تیار کروایا تھا اور دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ اس مینار کے علاوہ دوسرے کئی اور میناروں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ انھوں نے مغل فنِ تعمیر کے متعلق جابجا بہت سی مفید معلومات فراہم کی ہیں۔ ایک جگہ رقم طراز ہیں:

''وہاں سے ہمایوں کا مقبرہ دیکھنے کے لیے ہم سب گئے، یہ بہت عالیشان عمارت ہے بہت سے سلاطین مغلیہ بیگمات شاہی خاندان و اعزائے خاندان تیموریہ یہاں مدفون ہیں۔ بعضوں کے نام جو دریافت میں آسکے وہ یہ ہیں۔ فرخ سیر، جہاندار شاہ، عالمگیر ثانی، شاہ عالم ان کی بیوی قدسیہ بیگم۔ ہمایوں کی بیگم، حاجی بیگم اور ان کی بہن کا مزار بھی یہیں ہے۔ کھلے ہوئے چبوترے پر بھی بہت سی قبریں ہیں اورنگ زیب کے بھائی داراشکوہ مرزا مراد و شاہ شجاع کی قبریں مرزا رفیع الدولہ اور رفیع الدرجات کی قبریں جو چند دنوں کے لیے دہلی

کے تخت پر بٹھائے گئے۔" (۱۲)

یہ پورا سفر نامہ مغل سلاطین کی تاریخی معلومات سے بھرپور ہے۔ صغریٰ ہمایوں نے ان کو بیان کرتے ہوئے تاریخ اور سنہ کا خیال رکھا ہے۔ اس سفر نامے کو پڑھتے ہوئے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم خود اُس عہد کی یادگار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے تاریخی معلومات بھی بڑے لطیف انداز میں بیان کی ہیں جنھیں پڑھتے ہوئے بوجھل پن کا احساس نہیں ہوتا۔ انھوں نے سیر ہی سیر میں مغلیہ عہد اور ان کی یادگاروں کی تصویر کشی کی ہے۔ انھوں نے بڑی روانی سے آسان اردو الفاظ کے ساتھ بہت سے انگریزی الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔ انھوں نے اس سفر نامے میں مغلیہ عہد کی تاریخ کو محفوظ کرنے کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ ایسے بہت سے تاریخی واقعات جن سے ایک عام قاری ناواقف ہوتا ہے انھوں نے بڑی عمدگی سے سیر ہی سیر میں بیان کر دیے ہیں۔ مثال کے طور پر شہنشاہ بابر کا اپنے بیٹے ہمایوں سے محبت کا اظہار یوں بیان کیا ہے۔ واقعہ کچھ طویل ہے مگر دلچسپی سے بھرپور ہے:

> "کچھ عرصہ کے قیام کے بعد ہمایوں کو بہت تیز بخار آیا۔ بابر نے معالجہ کی غرض سے آگرہ پاس بلالیا۔ حاذق اطبائے وقت نے معالجہ میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا لیکن مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی۔ بابر نے عاجز و پریشان ہو کر اپنے ندما سے مشورہ کیا اور پوچھا کہ کونسی تدبیر کی جائے کہ ہمایوں مرزا کو شفا ہو۔ میر ابوالبقا نے جو ایک زبردست فاضل تھا عرض کی کہ جب دوا کارگر نہ ہو تو دعا کرنی چاہیے اور جو شے مریض کو پیاری اور عزیز ہو اس پر سے صدقہ کرنا چاہیے۔ بادشاہ نے کہا کہ ہمایوں کو سب سے زیادہ عزیز میں ہوں میں اس پر سے فدا ہوں گا چناں چہ مریض کے پلنگ کے گرد تین دفعہ جس طرح صدقہ ہوتے ہیں پھرا اور دعا کی کہ باری تعالیٰ میں اس کا فدیہ ہوں اس کے عوض مری جان لے اور اسے بخش دے۔ یہ عجیب واقعہ ہے کہ مغل بابر کی اس حرکت کے ہمایوں کی حالت زوبہ اصلاح ہوتی گئی اور بابر اُسی وقت سے مبتلائے بخار ہوا۔" (۱۳)

بیگم صغریٰ ہمایوں نے روزنامچہ بھوپال، آگرہ اور دہلی کے حالات میں نہ صرف آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کی کارروائی، تقاریر، آگرہ اور دہلی میں انجمن خواتین کے قیام کی کوششوں، مغلوں کی تاریخ، دہلی، بھوپال اور آگرہ کا جغرافیہ بیان کیا ہے بل کہ انھوں نے ان علاقوں کا رہن سہن،

عورتوں کے زیورات کی اقسام اور یہاں کے لوگوں کے ناک و نقشے کو بھی خوب صورت انداز سے بیان کیا ہے۔ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ بیگم صغریٰ کی معلومات بہت وسیع تھی اور ان کی ہر چیز پر گہری نظر تھی۔ ایک تاریخی مقام قطب مینار کے بارے میں لکھتی ہیں:

> ''قطب مینار دیکھنے گئے۔ مینار جو دنیا کی عجائبات میں داخل ہے، پرانی دہلی میں ہے جو موجودہ شہر دہلی سے جسے شاہ جہاں نے آباد کرکے شاہ جہاں آباد نام رکھا تھا۔ ۸، ۹ میل کے فاصلے پر ہے۔'' (۱۴)

۳۔رہبر کشمیر (۱۹۳۱ء):

بیگم صغریٰ ہمایوں مرزا کا ایک اور اہم سفر نامہ رہبر کشمیر ہے۔ یہ ایک مقامی سفر کی روداد ہے جو انھوں نے خصوصی طور پر ہندوستانی خواتین کی فلاح و بہبود اور تعلیمی شعور کے لیے تحریر کی تھی۔ وہ گھومنے پھرنے کی بہت شوقین تھیں اور خواتین ہند کے لیے ایک نرم گوشہ رکھتیں تھیں۔ انھوں نے پوری زندگی حقوقِ نسواں اور تعلیم نسواں کے لیے جدوجہد کی اور ہندوستانی خواتین کو دنیا کے حالات وواقعات سے روشناس کروانے کے لیے بہت سے سفر نامے تخلیق کیے۔

بیگم صغریٰ ہمایوں ۸ جولائی ۱۹۲۸ء میں کشمیر کی سیاحت کے لیے روانہ ہوئیں۔ ان کے ہمراہ بیرسٹر ہمایوں مرزا (شوہر) حیدر علی مرزا (بھائی) اور دو ملازم تھے یہ سفر نامہ روزنامچے کی ہیئت میں تحریر کیا گیا ہے۔ مصنفہ نے سفر نامہ رہبر کشمیر میں تاریخی حالات و واقعات کو بیان کیا ہے۔ کشمیر کی سماجی، معاشی، ثقافتی اور صنعتی معلومات بھی تحریر کی ہیں۔ مصنفہ سفر نامے کا آغاز ستائشی انداز میں بیان کرتے ہوئے اس کو تحریر کا مقصد ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

> ''کہاں حیدرآباد اور کہاں کشمیر! مشرق و مغرب کا نہ سہی، شمال و جنوب کا فرق! اور یہ عورت ذات کے لیے۔ لیکن جو بلند ہمت خاتون یورپ تک سفر کر چکی ہیں، ان کے لیے اس فاصلہ کی کیا حقیقت تھی۔ کوئی چار سال ہوئے اور اپنے شوہر کے ہمراہ وہ کشمیر گئیں اور واپس آئیں۔ لاہور، دہلی، اجمیر، علی گڑھ، وغیرہ راستے میں پڑتے رہے۔ جو کچھ ان کی آنکھوں نے اور دل کی آنکھوں نے دیکھا، اپنے لطف میں ان اوراق کے ذریعہ سے وہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کو بھی شریک کررہی ہیں۔'' (۱۵)

اس سفر نامہ کا ریویو ملک الشعراء استاد حضرت حافظ جلیل احمد نے ان الفاظ میں لکھا ہے:

"شروع میں جو بسیط مقدمہ ہے صرف اس کے دیکھنے سے کشمیر کا پورا مرقع آنکھوں کے سامنے کھنچ جاتا ہے۔ حالات پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ نگار نے کشمیر کے اعلیٰ مناظر اور مشہور مقامات کو سطحی نظر سے نہیں دیکھا بل کہ تمام جزئیات پر گہری نظر ڈالی ہے۔ بیان بہت سلجھا ہوا اور زبان بہت پاکیزہ۔ میں قابل مصنفہ کو اس کامیاب تصنیف پر مبارک باد دیتا ہوں۔" (۱۶)

اس سفر نامے کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس کے شروع میں مصنفہ بیگم صغریٰ ہمایوں کی اس تخلیق پر مولانا سید علی حیدر صاحب نے یہ اشعار کہے ہیں:

لکھا صغریٰ ہمایوں مرزا نے بہت تفصیل سے کشمیر کا حال
زبان اُن کی ہے موج آب کوثر قلم اُن کا ہمایوں فر ہما بال
عبارت ہے کہ تصویریں کھنچی ہیں مطابق کس قدر ہے حال سے قال
یہی کشمیر کا جغرافیہ ہے یہی کشمیر کے تاریخی احوال
وہ جھیل اس کی سمندر آسمانی پہاڑ اس کے بلند اور چرخ تمثال
وہ طغیانی وہاں کی ندیوں کی کریں جو نوح کے طوفاں کو پامال (۱۷)

رہبر کشمیر کا مقدمہ بیگم صغریٰ نے خود تحریر کیا ہے کہ قبل اس کے کہ میں اپنے حالیہ سفر وسیاحت کشمیر جنّت نظیر کے حالات و واقعات اپنی ڈائری (روزنامچہ) میں سے نقل کروں اور ایک کتاب کی شکل میں عوام کے سامنے پیش کروں یہ مناسب خیال کرتی ہوں کہ مختصر طور پر کشمیر کے جغرافیائی و تاریخی حالات اور وہاں کی قدرتی خوبیوں کا بھی تذکرہ کروں۔ (۱۸)

اس مقدمے کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے کیوں کہ مصنفہ نے سیاحت کشمیر کا احوال بیان کرنے سے پہلے کشمیر کے جغرافیہ، تاریخ، اسلامی عہد حکومت، کشمیر کی قدرتی خوبیاں اور کشمیر کے آنے جانے کے راستے کے متعلق بھرپور معلومات فراہم کی ہیں۔ مختلف علاقوں کشمیر، لاہور، راول پنڈی، ٹیکسلا، امرتسر، دہلی، علی گڑھ اور اجمیر شریف کے بارے میں اتنی جامع معلومات دینے میں بیگم صغریٰ کو اولیت حاصل ہے۔ ان سے پہلے کشمیر کے بارے میں کسی خاتون نے اگر سیاحت نامہ تخلیق بھی کیا ہے تو نہایت مختصر اور معلومات بھی

سرسری بہم پہنچائی ہیں۔

بیگم صغریٰ نے اپنے رشتے داروں کے ہمراہ سکندر آباد سے سفر کا آغاز کیا اور وہ مختلف شہروں سے ہوتی ہوئی کشمیر پہنچی۔ سفر کے دوران کشمیر میں بھی انھوں نے اپنے عزیزوں اور دوستوں سے ملاقات کی اور ان ملاقاتوں کا ذکر سفر نامے میں کیا ہے۔

۱۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال
۲۔ مولوی ممتاز علی
۳۔ سر محمد شفیع
۴۔ امتیاز علی تاج
۵۔ خواجہ حسن نظامی
۶۔ بیگم راشد الخیری
۷۔ سید حسن جلالی
۸۔ مولا بخش

بیگم صغریٰ ایک اچھی شاعرہ بھی تھیں۔ انھوں نے اس سفر نامے میں اپنی شاعرانہ طبیعت سے بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔ جس کی وجہ سے ہمیں نثر کے ساتھ ساتھ شاعری سے بھی لطف اندوز ہونے کا موقع ملتا ہے۔ جس طرح انھوں نے سفر کے دوران ملکہ نور جہاں کا مقبرہ دیکھنے کی آرزو میں یہ نظم لکھی اور اس نظم کے بارے میں وہ لکھتی ہیں کہ انھوں نے یہ نظم محمد اقبال کو دکھائی اور انھوں نے پسند فرمائی۔[19] نظم کے اشعار کچھ یوں ہیں:

اے خوشا وقت کہ ہوں آج میں آئی لاہور — میری دیرینہ تمنا مجھے لائی لاہور
مرقد نور جہاں دیکھنے کی خواہش تھی — آرزو ہو گئی پوری مِرے خالق دل کی
زندگی میں تھی تیرے نور سے دنیا تاباں — بعد مرنے کے ہے لاہور اسی سے رخشاں[20]

بیگم صغریٰ کشمیر کی تاریخی، سماجی اور ثقافتی حالات بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں کہ کشمیر بہت خوبصورت جگہ ہے اور وہاں بہت سے مندر موجود ہیں جن میں ہندو اپنے مذہب کے مطابق رسومات ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک مندر کی منظر کشی یوں کی ہے:

''بہت بڑا باغ ہے بیچ میں ایک حوض ہے۔ اس کے سامنے مندر ہے۔ اس حوض کے اندر ایک چشمہ ہے ہر وقت پانی ابلتا رہتا ہے ہزاروں پھول پانی پر پڑے تھے جو پوجا کر کے ڈال دیئے جاتے ہیں۔ گھڑوں میں دودھ لالا کر اسی حوض میں ڈالتے ہیں۔'' (۲۱)

اس سفر نامے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں کشمیریوں کی زبان اور لباس کیسے تھے۔ بیگم صغریٰ ہمایوں مرزا نے ایک ایک بات پر گہری نظر رکھی اور کوئی بھی پہلو تشنہ نہیں رہنے دیا۔ وہ کشمیری زبان کے بارے میں لکھتی ہیں کہ یہاں کی بولی کشمیری ہے جو فارسی و سنسکرت سے مل کر ایک خاص زبان ہو گئی ہے۔اس وقت کے چند کشمیری الفاظ ملاحظہ ہوں۔ بھائی کی جگہ (بابوچھ) لوگ ہیں (لوگ چھ) لڑکے تھے کی جگہ (لگت اُسی) شاید ہوگا (شاید سا)۔ (۲۲)

سفر نامہ رہبر کشمیر میں انھوں نے نہ صرف کشمیر کے تاریخی مقامات، مزاروں، مسجدوں بل کہ کشمیر میں موجود باغوں کی بھی خوب صورت منظر کشی کی ہے۔ بیگم صغریٰ نے کشمیر کے نشاط باغ کی سیر کے دوران اس کی خوب صورتی سے بے حد متاثر ہوئیں۔ اس کے علاوہ انھوں نے نسیم باغ، نگینہ باغ اور بادام باغ کا بھی ذکر کیا ہے۔ کشمیر کے ایک باغ کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''اس باغ کے چار تختے ہیں جو ایک دوسرے سے بلندی پر درجہ بدرجہ اونچا ہے۔ آخری طبقہ سب سے اونچا ہے ہر طبقہ میں الگ الگ قسم کے پھول ہیں اور فوارے اور آبشار ہیں۔ آخری درجہ عین دامن کوہ میں ہے جہاں ایک چھوٹا سا مکان بھی ہے۔'' (۲۳)

رہبر کشمیر میں مغل سلطنت کا عروج و زوال اور بہت سے تاریخی واقعات کے علاوہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ہندوستان میں آنے کے متعلق بھی معلومات ہیں۔ اس سفر نامے میں لاہور، راولپنڈی اور ٹیکسلا کے حالات، لاہور میں بیگم صغریٰ ہمایوں مرزا کی دعوتوں کا احوال اور قلعہ لاہور کی سیر بھی شامل ہے۔ نوآبادیاتی عہد کی دیگر سفر نامہ نگاروں کی طرح بیگم صغریٰ کا مقصد بھی صرف سیر و سیاحت نہیں تھا بلکہ اپنے سفر ناموں کے ذریعے ہندوستان کے لوگوں کو شعور عطا کرنا چاہتی تھیں۔ وہ جس جگہ بھی جاتی وہاں کی ہر چیز کا گہرائی سے جائزہ لیتی اور پھر اپنے اس تجربے میں اپنی ہم وطن بہنوں کو شریک کرنا فرض سمجھتی تھیں۔ کشمیر میں جب وہ ایک میوزیم میں گئیں تو وہاں کی تاریخی معلومات ان الفاظ میں بیان کرتی ہیں:

> ''جس میں میوزیم ہے۔ اکبر کے زمانے کی بنائی ہوئی سنگ بستہ عالی شان عمارت ہے۔ اس کے بہت سے کمروں میں مختلف مقامات کی زمین کھودائی سے جو بُت نکلے، جمع کیے گئے ہیں۔ یہ عمارت ۹۷۸ عیسوی میں تیار ہوئی تھی۔ بدھ کے بیشتر زمانہ یعنی برہمنی زمانہ کے بہت سے بُت ہیں۔'' (۲۴)

بیگم صغریٰ کے اس سفر نامے میں بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں کے کشمیر کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں اور اس کے علاوہ دیگر علاقوں کی تہذیب و ثقافت، معاشرت اور خاص کر تاریخ کے بہت سے ایسے در کھلتے ہیں جن سے گزری صدیوں کی کہانیاں عیاں ہوتی ہیں جنھیں پڑھنا اور سننا دل چسپی سے خالی نہیں ہے۔ اس تمام عمل میں بیگم صغریٰ خصوصی داد کی مستحق ہیں جنھوں نے پوری زندگی ایسی گم شدہ تاریخ کو دریافت کرنے میں بسر کر دی۔ ان کی زندگی سے مسلسل حرکت اور پُر عزم ارادوں کا درس ملتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات (لاہور: فیروز سنز، ۱۹۲۷ء)، ص ۳۰۱۔

۲۔ بیگم صغریٰ ہمایوں مرزا، سفرنامہ پونہ مدراس (حیدرآباد دکن: مطبع نظام دکن، ۱۹۱۸ء)، مقدمہ۔

۳۔ ایضاً، ص ۲۔ ۴۔ ایضاً، ص ۳۷۔ ۵۔ ایضاً، ص ۲۷۔

۶۔ ایضاً، ص ۵۔ ۷۔ ایضاً، ص ۵۲۔ ۸۔ ایضاً، ص ۱۷۔

۹۔ صغریٰ ہمایوں مرزا، روزنامچہ سفر بھوپال و آگرہ و دہلی کے حالات (دکن: ۱۹۱۸ء)، ص ۶۸۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۳۰۔ ۱۱۔ ایضاً، ص ۴۱۔ ۱۲۔ ایضاً، ص ۶۰۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۶۲۔ ۱۴۔ ایضاً، ص ۵۹۔

۱۵۔ بیگم صغریٰ ہمایوں مرزا، رہبر کشمیر (حیدرآباد دکن: مطبع نظام دکن، ۱۹۳۱ء)، مقدمہ۔

۱۶۔ ایضاً، ص ج۔ ۱۷۔ ایضاً۔ ۱۸۔ ایضاً، ص ۳۔

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۹۔ ۲۰۔ ایضاً۔ ۲۱۔ ایضاً، ص ۹۲۔

۲۲۔ ایضاً، ص ۱۰۴۔

۲۳۔ ایضاً، ص ۶۱۔

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۷۲۔